مخزنِ معرفت

(مؤلفہ)

محمد عبد القادر المخاطب بہ قادر نواز جنگ

سنہ ۱۳۴۵

مطبوعہ عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد خدائے تبارک و تعالیٰ و نعت رسول مقبول سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔ واضح ہو کہ راقم نے چند معرفت کی باتیں اس رسالہ میں لکھی ہیں۔ اور اس رسالہ کا نام **مخزن معرفت** رکھا ہے تاکہ عموماً ابنائے جنس اور خصوصاً اصحاب تصوف ان کو پڑھکر مستفید ہوں اور اس مؤلف کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

مؤلف احقر العباد

محمد عبدالقادر المخاطب بہ قادر نواز جنگ

مخزنِ معرفت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رُوح کے نام یہ ہیں۔ روح کل۔ روح اعظم۔ روح مطلق روح مجرد۔ جان جہاں۔

رُوح مطلق یعنے جان جہان ازلی۔ ابدی۔ لافانی۔ لازوال محیط کُل۔ سب میں ساری و طاری۔ و بصفات گوناگون جلوہ گر۔ اور ایک حالت پر قایم ہے۔

رُوح مطلق کو آگ جلا نہیں سکتی۔ تیز سے تیز تلوار اوس کو کاٹ نہیں سکتی۔ پانی اوسکو گلا نہیں سکتا۔ اور ہوا اسکو خشک نہیں کرسکتی تمام اجسام و اشکال فانی اور بے ثبات ہیں اور رُوح مطلق جان جہاں

جاودانی اور فنا سے مبرا ہے۔ بچپن۔ جوانی۔ ضعیفی میں جسم کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ مگر روح مطلق ایک حالت پر قایم رہتی ہے اور اُس میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے اگر کوئی عضو بدن کاٹ دیا جائے تو بھی روح مطلق کی حالت میں فرق نہیں آتا۔ اجسام کو علیحدہ علیحدہ دیکھکر جُھلا اوس واحد یگانہ یعنے روح مطلق کو منقسم سمجھتے ہیں۔ مگر عرفا، روح مطلق کو منقسم نہیں جانتے۔ بلکہ وہ اجسام کو کثرت اور روح مطلق کو وحدت مانتے ہیں درحقیقت روح مطلق کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے اور اس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔

ہر ایک انسان کو یہ یقین کرنا چاہیئے کہ میں جسم نہیں ہوں بلکہ یہ میرا جسم ہے اور میں رُوح مطلق ہوں۔ روح مطلق حاکم۔ آمر اور فاعلِ حقیقی ہے اور جسم محکوم مامور اور مجبور ہے جسم مقید و ظاہر ہے۔ اور روح اعظم مطلق و باطن ہے۔

انا دو قسم کے ہیں۔ ایک انائے مقید دوسرا انائے مطلق انائے مقید جسم کا انا ہے۔ اور انائے مطلق روح مطلق کا انا ہے۔

رُوح مطلق کسی کو نہ مارتی ہے اور نہ مرتی ہے یعنے اوسکو کوئی مار نہیں سکتا۔ روحاً ہر انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تھا میں ہوں۔ اور میں ہمیشہ رہونگا اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ”انا حیّ لایموت“ درحقیقت روح مطلق حق جان جہان ہے۔ شعر

حق جان جہان ست وجہان جملہ بدن
توحید ہمین است و دگر شیوہ و فن

"الروح ھو اللہ" بھی آیا ہے۔ کل اجسام حق کے ہیں اور کل اجسام کی روح حق ہے۔ حق تمام اجسام و قلوب کا فرمانروا حاکم پشت پناہ سہارا۔ محرک۔ اور حافظ ہے۔ اجسام مادی ہیں اور اسی وجہ سے اونکو فانی کہتے ہیں۔ اور روح مجرد غیر مادی ہے اسی وجہ سے اوسکو لافانی ازلی و ابدی کہتے ہیں۔ جو شخص روح کو مارنے والا جانتا ہے اور اوسکو مرنے والا مانتا ہے وہ جاہل مطلق ہے۔ یہ نہ مارتی ہے اور نہ مرتی ہے۔ نہ پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ فنا ہوتی ہے۔

شعر

یہ کبھی پیدا نہیں ہوتی فنا ہوتی نہیں
اُسکو موت آتی نہیں مرنے سے خاکی جسم کے

جس عارف نے روح کی حقیقت جان لی ہے وہ جانتا ہے کہ اوس کو نہ ہتھیار کاٹ سکتا ہے نہ اُسکو آگ جلا سکتی ہے اور نہ اُسکو پانی گلا سکتا ہے اور نہ اُسکو ہوا خشک کر سکتی ہے۔

شعر

اس کا جلنا گلنا کٹنا خشک ہونا ہی محال
یہ ہے ساکن خود بخود قایم محیط و بے زوال

یہ روح مطلق۔ کل اجسام میں ہمیشہ ساری و طاری و غیر فانی ہے۔

روح کو جہال جہالت و نادانی کی وجہ سے "جیو" کہتے ہیں۔ اور اوسکو منقسم جانتے ہیں۔ عرفا کی نگاہ میں کل مخلوقات کی روح ایک ہے اور وہ ہرگز منقسم نہیں ہو سکتی۔

شعر

پاک و برتر ہے فنا سے جان کل اجسام کی
اسلئے بیکار ہے اوروں کی فکر زندگی

شعر

فنا فنا کہہ رہا ہے زاہد غریب راز آشنا نہیں ہے
یہ اس سے کہدو کہ میں ہوں قادر مجھے ہراس فنا نہیں ہے

اشعار

کامیابی اور ناکامی کو یکساں مانکر
بے تکلف زندگی عارف کی ہوتی ہے بسر
اس کی ساکن عقل ہے جو ذات میں مسرور ہے
جس کے دل سے دونوں عالم کی تمنا دور ہے
ہے وہ عارف جسکو غصہ شوق اور نفرت نہیں
رنج سے کلفت نہیں آرام سے الفت نہیں

عارف۔ اپنے پندار (خودی) کو علم ذات پاک کی آگ میں جلا دیتا ہے اور خدائے پاک روح مطلق کو فاعل مطلق و فاعل حقیقی جانتا ہے اپنے افعال

وصفات وہستی کو خدا کے افعال صفات. وہستی سمجھتا ہے. اور ذات پاک کو تمام کائنات میں اور کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ میں ساری و طاری مانتا ہے. عارف یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ ہر ایک انسان کے قلب. آنکھ. کان. ناک. زبان. ہاتھ. پیر. دماغ وغیرہ میں ذات پاک مقیم ہے. وہی قلب سے ادراک کرتی ہے. وہی آنکھ سے دیکھتی ہے وہی کان سے سنتی ہے وہی ناک سے سانس لیتی ہے. وہی زبان سے بات کرتی ہے وہی ہاتھ سے کام کرتی ہے. وہی پیر سے چلتی ہے وہی دماغ سے سوچتی ہے.

ذات پاک روح مطلق کل اجسام میں بصفات گوناگون جلوہ گر ہے لیکن اُس کا جلوہ کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے.

شعر

ہمہ کس طالب یار ند چہ ہشیار و چہ مست
ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت

عارف کا خیال یہ ہے کہ انسان کیسا ہی گنہگار کیوں نہو جائے تاہم علم عرفان کی کشتی کے وسیلہ سے وہ انسان گناہ کے دریا سے پار ہو جائیگا اور گناہ اُسکو کوئی ضرر نہ پہونچائینگے.

شعر

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ

گرکافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگۂ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جیسے شعلہ زن آگ لکڑیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے ویسے ہی آتش عرفان تمام افعال بد کو جلا دیتی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ عارفونکی صحبت اختیار کرکے اور اونکی تعظیم و ادب و خدمت کرکے علم معرفت حاصل کرے۔ جو شخص علم معرفت کے ذریعہ سے صفائی قلب حاصل کرتا ہے وہ کل اجسام کو اپنے اجسام سمجھتا ہے اور کل اجسام کی روح کو اپنی روح تصور کرتا ہے۔

عارف اپنے افعال کو اپنے طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ انکا صدور جان جہان حق تعالےٰ سے جانتا ہے۔

عارف۔ دوئی کو مٹا دیتا ہے اور کسی کو غیر حق نہیں جانتا اور اس کا خیال یہ ہوتا ہے۔

شعر

جز یک ذات در دو عالم کو
لیس فی الکائنات الا ھو

جاہل کی نظر بالغیر ہوتی ہے وہ ہر کسی کو غیر حق جانتا ہے۔

جسم انسان۔ مثل ایک شہر کے ہے جسمیں (۹) دروازے ہیں یعنے

دو آنکھ۔ دو کان۔ دو سوراخ ناک کے۔ ایک منھ۔ اور دو مقام بول و براز کے۔ ذاتِ پاک یعنے (رُوحِ مطلق) اس شہر کی بادشاہ ہے اور یہی حکمران۔ فرمان روا۔ پشت پناہ۔ سہارا۔ محافظ۔ اور محرک ہے۔

علم ذاتِ پاک کے وسیلہ سے **عارف** اپنے پندار وخودی کو مٹا دیتا ہے اور ذاتِ لامتناہی کو ظاہر اور باطن مثل آفتاب کے منور دیکھتا ہے۔

عارف ذاتِ پاک کو برہمن۔ شودر۔ مسلمان۔ عیسائی۔ پارسی یہودی۔ گائے۔ بھینس۔ ہاتھی۔ شیر۔ کتا۔ پیپل۔ بڑ۔ ببول۔ پہاڑ۔ زمین وغیرہ وغیرہ سب میں ساری وطاری مانتا ہے۔

عارف واصل ذاتِ پاک ہو جاتا ہے اور جملہ امور کو ذاتِ پاک کیطرف سے جانتا ہے۔ بھلائی۔ برائی۔ مصیبت۔ راحت۔ کو اسی کی طرف سے تصوّر کرتا ہے۔ مرغوب شے کے حاصل ہونے پر خوش اور نامرغوب شے کے حاصل ہونے پر رنجیدہ نہیں ہوتا۔ یعنی ہمیشہ آنند ہی آنند رہتا ہے۔

عارف اپنے دل پر قابو پا لیتا ہے اور قادر ہو جاتا ہے اور اس کا دل سردی۔ گرمی۔ رنج۔ وراحت۔ عزت۔ واہانت۔ میں بہ مشاہدہ ذاتِ پاک مسرور رہتا ہے جسطرح بند و ساکن ہوا سے چراغ کی لَو ہلتی نہیں۔ اور منور رہتی ہے۔ اسی طرح **عارف** کا دل خیالات کے انتشار سے محفوظ رہتا ہے۔

عارف دل - پرندہ کی مانند محسوسات کیطرف پرواز کرتا رہتا ہے عارف دل کی بیقراری اور انتشار کو رفع کر دیتا ہے۔

عارف - جو واصل ذاتِ پاک ہو جاتا ہے وہ اپنے آپکو کل مخلوقات میں اور کل مخلوقات کو اپنی ذات میں موجود دیکھتا ہے۔ جو عارف توحید کی نظر سے ذات پاک کو کل مخلوقات میں مقیم مانتا ہے وہ ذاتِ پاک میں واصل ہو جاتا ہے۔

دل کو بیشک قرار نہیں اور مشکل سے قابو میں آتا ہے۔ لیکن معرفت الٰہی کے وسیلہ سے قابو میں آجاتا ہے۔ حقیقت شناس عارف دنیا میں بہت کم اور ہر زمانہ میں نادر الوجود ہوتے ہیں۔

رباعی

ہر گاؤ خرے لایق اطلس نبود ۔ لعل و گوہر مناسب خس نبود
عرفان گوہر گہر شناسی باید ۔ بشناس گہر شناس ہر کس نبود

ذات پاک سب سے اعلےٰ ہے اور یہ کل عالم ذات پاک میں اسطرح پرویا ہوا ہے جسطرح موتیوں میں ڈورا۔ اجسام بمنزلہ موتیوں کے ہیں اور ذاتِ پاک ان سب میں مثل ڈورے کے ہے۔ اور وہی ان موتیوں کی محرک ہے۔

ذات پاک کو چار قسم کے انسان یاد کرتے ہیں۔

(ایک) عارف (دوسرے) طلبگار عقبیٰ (تیسرے) مصیبت زدہ (چوتھے) حاجتمند۔ لیکن ان میں عارف کا درجہ سب سے زیادہ بلند اور افضل ہے عارف ذاتِ پاک کے نزدیک از حد عزیز ہے۔ عارف ذاتِ پاک کو اپنی ہستی جانکر خود ہی جانِ جہاں ہو جاتا ہے۔ اور دوئی کو مٹا دیتا ہے دوسروں کی نظر میں دوئی قایم رہتی ہے اور اسی وجہ سے وہ کمال کا درجہ حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں۔

عارف کل عالم کو ذات پاک تسلیم کرکے اسی میں واصل ہو جاتا ہے اور ایسا مقدس انسان دنیا میں نادر الوجود ہوا کرتا ہے۔ عارف عین معروف ہو جاتا ہے اور کوئی چیز حائل نہیں رہتی۔ **شعر**

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

جو انسان انتقال سے پیشتر اپنی حقیقت کو دریافت کر لیتا ہے دم واپسیں تک اسکا دل علم ذاتِ پاک سے معمور رہتا ہے۔ جو انسان اپنے دل کو ذاتِ پاک کے تصور میں ہر دم لگا رکھتا ہے اور اپنے تمام افعال کو تفویض ذاتِ پاک کرتا ہے تو اسکی **آنا نیت**۔ یعنے پردہ پندار (خودی) اٹھ جاتا ہے عالم ظاہری (یعنے کل اجسام اشکال) حادث۔ فنا پذیر ہے۔ لیکن ذاتِ پاک پوشیدہ باطن اور قدیم ہے۔ اور اسمیں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ لافانی۔ لازوال

ازلی اور ابدی ہے۔

اجسام میں تغیر و تبدل ہوتا ہے اور صرف یہی فانی ہیں۔

ذات پاک سے کل اجسام کا قیام ہے اور وہی سب کی قیوم ہے

اور ہر شے میں محیط اور سمائی ہوئی ہے۔ علم ذات پاک سب علوم میں افضل و اعلیٰ ہے۔ جو فنا پذیر نہیں ہے۔ اور دل کی کثافت کو دور کرتا ہے اور انسان کو درجۂ کمال پر پہنچاتا ہے

جس نے ذات مطلق (جان جہاں) کو جان لیا اور علم اس کا حاصل کر لیا تو اس کے تمام گناہ محو ہو جاتے ہیں وہ آنند ہو جاتا ہے۔ عارف کے نزدیک سونا اور تانبا ہیرا اور کنکر دونوں برابر ہیں۔ عارف کی نظر میں ہر جگہ خدا ہی خدا ہے اور یہ کہتا ہے۔ ع

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

علم معرفت کا فتویٰ یہ ہے کہ سِفلہ۔ دشمن۔ دوست۔ سنگین دل۔ رحیم برا۔ بھلا کوئی ہے ہی نہیں۔ ذات پاک ہی اُن کے لباسوں میں بصفات گوناگوں جلوہ گر ہے۔ غیریت پنے کا کفر توڑو۔ اور کسی سے نفرت نہ کرو جب کسی انسان کی خودی ہٹ جاتی ہے تو وہ خدا رسیدہ اور آزاد ہو جاتا ہے۔ اور خدا رسیدہ تمام کائنات کی روح مطلق ہو جاتا ہے اور اسکا یہ پختہ خیال ہوتا ہے کہ تمام اجسام میرے ہیں اور کل اجسام کی روح میں ہوں۔ جدھر نگاہ پڑتی ہے

وہ میری ہی شان ہے اگر دنیا بُری ہے یا بھلی ہے تو میرا ہی جلال وجمال ہے روح مطلق لا محدود۔ دائم۔ غیر متغیر۔ ازلی۔ وابدی ہے۔ **شعر**

مدتے شد کہ میرسد از غیب
لحظہ لحظہ بگوش ہوش خطاب
کہ جز و نیست در سرائے وجود
بہ حقیقت کسے دگر موجود

(**ترجمہ**) مُدت ہوئی کہ غیب سے ہر لحظہ ہوش کے کان میں یہ آواز سنائی دیتی رہتی ہے کہ ذاتِ پاک کے سوائے اس ہستی کے سرائے میں درحقیقت کوئی اور موجود نہیں ہے۔

ذاتِ پاک ایک وجود مطلق ہے اور سوائے اُسکے غیر کا خیال کرنا محض تمسخر اور باطل ہے جیسے ایک رشتے میں اعلیٰ۔ اوسط۔ اور ادنیٰ درجوں کے پھول پروئے ہوئے ہیں ویسے سب میں سمانے والے قیام کرنے والے روح مطلق میں اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ اجسام پروئے ہوئے ہیں جیسے پھولوں کا اعلیٰ پن اوسط پن۔ اور ادنیٰ پن۔ رشتے پر کچھ اثر نہیں کرتا ویسے اجسام کا اعلیٰ پن۔ اوسط پن اور ادنیٰ پن روح مطلق کا کچھ بگاڑ نہیں کرسکتا۔ جیسے اُن تمام پھولوں کے برباد ہونے پر رشتے کو کچھ نقصان نہیں پہونچتا ویسے جسموں کے نیست و نابود ہوجانیسے روح مطلق کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا۔

عارف بآواز بلند بیقین کے ساتھ کہتا ہے۔ **شعر**

منم خدا و بہ بانگ بلند میگویم

ہر آنکہ نور دہد مہر و ماہ را اویم

(ترجمہ) با آواز بلند میں کہتا ہوں کہ میں خدا ہوں اور جو نور کہ علاوہ نور سورج اور چاند کو روشنی بخشتا ہے وہ میں ہوں۔

اے انسان اگر آنند حاصل کرنا چاہتا ہے تو اوسے اپنے باطن میں تلاش کر۔

شعر

جستجو کن جستجو کن جستجو

در بر خود ہیں ہماں جا ہست او

اے خانقاہوں میں جانے والو اور بنارس اور کاشی جی کی زیارت کرنے والو کہاں مارے مارے پھرتے ہو تمہارا معشوق (حق) تمہارے اندر اور تمہارے ارد گرد ہے۔ یعنے وہ اندر بھی ہے باہر بھی ہے۔ اوپر بھی ہے نیچے بھی ہے۔ سیدھے طرف بھی ہے اور بائیں طرف بھی ہے۔ سامنے بھی ہے اور پیچھے بھی ہے۔ ایسی حالت میں پھر تم کاشی جی اور بنارس میں جاکر کیوں پریشان پھر رہے ہو۔

کیوں ڈھونڈتے پھرتے ہو عالم میں کیوں اُسکی تلاش میں ہو تم ہو گم

وَھُوَ مَعَکُم ۔ وَھُوَ مَعَکُم ۔ وَھُوَ مَعَکُم ۔ وَھُوَ مَعَکُم

کوئی ہم سے جو اسکا پتہ پوچھے بتلا دینگے ہم پر پردے سے

فی انفسکم ۔ فی انفسکم ۔ فی انفسکم ۔ فی انفسکم

وہ تو پاس ہی ہے دیکھا ہی نہیں اور جھکنے سے ہمکو تبا بھی دیا

انا اقربکم ۔ انا اقربکم ۔ انا اقربکم ۔ انا اقربکم

جب من کان اللہ ہوئے تب کان اللہ لہ ٹھہرے

احدٌ منکم ۔ احدٌ منکم ۔ احدٌ منکم ۔ احدٌ منکم

یہی کہتا ہے اب قادر مسکین نہیں خالی ہے اُس سے کوئی کہیں

لاریب لکم ۔ لاریب لکم ۔ لاریب لکم ۔ لاریب لکم

جو انسان اپنے آپ کو جسم نہیں جانتا ہے اور روح مطلق سمجھتا ہے وہ بہ بانگ بلند یہ کہتا ہے ۔ شعر (۱)

من خدائم من خدائم من خدا
فارغم از کبر و کینہ و ہوا

اور یہ کہتا ہے شعر (۲)

من ہمی گویم و ہم ہمی شنویم
نیست کس غیر من بھر دو دیار

شعر (۳)

تنہا ستم تنہا ستم در بحر و بر یکتا ستم
جز من نباشد ہیچ شئی من جاستم من ماستم

عارف کا عقیدہ یہہ ہے۔

شعر

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی
ہر چہ آید در نظر از دور پندارم توئی

شعر

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

عارف کا خیال یہہ ہے۔

نظر بہر کہ کنم سوئے خود ہمی بینم
بہر کہ می نگرم روئے خود ہمی بینم
بہ جزو کل ہمہ معمورم از زمین و زماں
بجانب کہ روم کوئے خود ہمی بینم

(ترجمہ) جسطرف کہ میں نگاہ کرتا ہوں اپنا ہی رُخ دیکھتا ہوں اور جس کسی کو میں دیکھتا ہوں اپنا ہی چہرہ دیکھتا ہوں زمان و مکان سے میں ہر ایک جزو و کل میں سمایا ہوا ہوں اور جسطرف کہ میں جاتا ہوں اپنا ہی کوچہ پاتا ہوں۔

عارف ایک جسم ہی میں مقید و مقیم نہیں رہتا بلکہ تمام اجسام میں مقیم رہتا ہے کل اجسام کو اپنا سمجھتا ہے اور کل جانوں کو اپنی جان جانتا ہے۔

مرد را باید کہ باشد خود شناس   تا بداند خویش را در ہر لباس

عارف کا یہ ہی عقیدہ ہے کہ ذات پاک سب میں ساری ہے اور حقیقت میں وہ ہی سب ہے۔

مرد را باید کہ باشد حق شناس
تا بداند شاہ را در ہر لباس

لوگ سمجھتے ہیں کہ منصور کو سولی پہ چڑھا دیا شمس تبریز کی کھال اُتار دی اور خیال کرتے ہیں کہ اُنکو مار ڈالا۔ درحقیقت انکو نہیں مارا بلکہ ان کے جسم کو مارا روح کو موت نہیں جسم کو موت ہے روح کا جسم سے قطع تعلق کرنا جسم کی موت ہے اور روح لافانی لازوال۔ ازلی اور ابدی ہے مرنے کے عوض یہہ کہنا بہتر ہے کہ فلاں نے انتقال کیا۔ جب زید انتقال کرتا ہے تو تجہیز وتکفین کے بعد کوئی یہہ نہیں کہتا کہ زید کو لیجا رہے ہیں بلکہ زید کی میت کو لیجا رہے ہیں اور زید کی رُوح میت کے ساتھ تھی قبرستان تک رہتی ہے اور قفس عنصری سے اس کو کامل رہائی و آزادی ملجاتی ہے۔

شعر

دار پر چڑھکر کہا منصور نے
آج اپنا بول بالا ہوگیا

اشعار مندرجہ ذیل عارفانہ ہیں

قطرہ نے کہا یہ دریا سے تو اور نہیں میں اور نہیں
بندہ نے کہا یہ مولا سے تو اور نہیں میں اور نہیں

جب عشق نے پردے چاک کئے جب حسن ازل کا عکس پڑا
مجنوں نے کہا یہ لیلیٰ سے تو اور نہیں میں اور نہیں

وحدت کی ضیا جب پھیل گئی کثرت کا دھواں جب دور ہوا
ذرہ نے کہا یہ صحرا سے تو اور نہیں میں اور نہیں

جب سر کو جھکایا عارف نے بنیاد پہ پہونچی اسکی نظر
ادنیٰ نے کہا یہ اعلیٰ سے تو اور نہیں میں اور نہیں

آغاز کی غفلت دور ہوئی انجام نے جب بیدار کیا
دنیا نے کہا یہ عقبیٰ سے تو اور نہیں میں اور نہیں

جب دل کی فضاؤں میں جھلکی اُس جان جہاں کی پیشانی
وامق نے کہا یہ عذرا سے تو اور نہیں میں اور نہیں

جب اپنی حقیقت دیکھ چکا جب زنگ دوئی کا صاف ہوا
قادرؔ نے کہا یہ مولا سے تو اور نہیں میں اور نہیں

عارفانہ اشعار

یہ رنگ کیا ہے عجب انوکھا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں
بغیر صورت عجب ہے جلوہ کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

مرقع حسن و عشق ہوں میں مجھی میں راز و نیاز ہیں سب
ہوں اپنی صورت پہ آپ شیدا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

زمانہ آئینہ یار کا ہے ہر ایک صورت سے وہ ظاہر
جو چشم حق میں کھلی تو دیکھا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

وہ اسطرح پر ہی مجھ میں شامل کہ جسطرح گل میں بو ہی داخل
حباب دریا کا ہے تماشا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

سبب بتاؤں میں جد کا کیا ہے کیا جو در پردہ دیکھتا ہوں
صدائے ہر ساز سے ہے پیدا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

بسا ہے دل میں مرے وہ دلبر ہی آئینہ میں خود آئینہ گر
ظہور حق کا ہے یہ نظارہ کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

علی التواتر ہے پاک جلوہ کہ دل بنا طور برق سینا
تڑپ کے دل یوں پکار اٹھا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

جہاز دریا میں اور دریا جہاز میں ہے تو دیکھ پیر قادر
یہ جسم کشتی ہے یار دریا کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں

ذات پاک اور روح مطلق میں حقیقتاً کچھ فرق نہیں ہے۔ روح مطلق عین ذات پاک ہے۔ تصوف کا ڈھنڈورہ یہہ ہے کہ میں روحاً ذاتِ پاک ہوں مجھے موت کا ڈر نہیں ہے۔ میں ہی سب میں ہوں ساری اور حقیقت میں میں ہی سب ہوں عرفاء کا یہہ بھی خیال ہے کہ وہی (ذاتِ پاک روح مطلق) سب میں ہے ساری اور حقیقت میں وہی سب ہے۔ اس لحاظ سے اشعار ذیل کو عارف ہمیشہ پڑھا کرتا ہے۔

یار کو ہم نے جابجا دیکھا ۔ کہیں بندہ کہیں خدا دیکھا

صورت گل میں کھلکھلا کے ہنسا ۔ شکل بلبل میں چہچہا دیکھا

کہیں ہے بادشاہ تخت نشین ۔ کہیں کاسہ لئے گدا دیکھا

کہیں عابد بنا کہیں زاہد ۔ کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

کرکے دعویٰ کہیں انا الحق کا ۔ برسر دار وہ کھنچا دیکھا

ع گر نور ہے تو تو ہے اور نار ہے تو تو ہے۔

میں روح مطلق ہوں جسم اور جسمانی نہیں ہوں۔ جسم فضلے اور میلے کا تھیلا ہے یہہ پاک نہیں ہوسکتا۔ خواہ کوئی ہزاروں سال اوسکے گنگا میں دہویا کرے روحاً میں پاک ہوں عصیان۔ گناہ۔ تقصیر۔ اور خطا سے مبرا ہوں میرے جسم کے مارے جانے سے میں فنا نہیں ہوتا۔ شعر

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود ۔ آدم آورد درین دیر خراب آبادم

(ترجمہ) میں ایک فرشتہ تھا اور بہشت میرے رہنے کی جگہ تھی۔
لیکن حضرت آدم مجھکو اس خراب آباد (دنیا) میں لے آیا۔
میں لطیف سے بھی لطیف ہوں۔ اور بڑے سے بڑا ہوں یہ اسماء
و اشکال فانی ہیں میں بلوان (طاقت مند ہوں) میری طاقت بعید از
وہم و گمان ہے یعنی خیال میں نہیں آسکتی۔ مجھکو پن۔ پاپ (عذاب و ثواب)
کچھ نہیں ہے میں شاہ بھی ہوں گدا بھی ہوں۔ میں مریض بھی ہوں اور
صحیح تندرست بھی اور میں کہیں بھوکا ہوں اور کہیں پیٹ بھر کے کھاتا
ہوں۔ کہیں میوؤں کے لئے ترستا ہوں اور کہیں میوہ کھا رہا ہوں۔

اشعار
آدم نبود و من بُدم حوّا نبود و من بدم
عالم نبود و من بُدم من عاشق دیرینہ ام
با نوح در کشتی بُدم با یوسف اندر قعر چاہ
اندر دم عیسےٰ بدم من عاشق دیرینہ ام
آں دم کہ فرعون لعین در آب دریا غرق شد
در حرب موسیٰ من بدم من عاشق دیرینہ ام
آنجا کہ احمد بر گذشت از چار و پنج و ہفت و ہشت
ہمنشین من بُدم من عاشق دیرینہ ام

(ترجمہ) جسوقت حضرت آدم نہیں تھے اُسوقت میں تھا جب حوا بھی

ہہیں تھیں اوسوقت بھی میں موجود تھا۔ دنیا ہنیں تھی اور میں موجود تھا
میں توسب سے پرانا عاشق ہوں کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ اونکی
حفاظت کرنے والا میں ہی تھا اور جب حضرت یوسف کہ مدے کی تہ میں
تھے اسوقت بھی اُن کے ساتھ میں ہی موجود تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کے
جان بخش دم میں بھی میں ہی موجود تھا میں توسب سے پرانا عاشق ہوں
جسوقت حضرت موسیٰ کی لڑائی میں ملعون فرعون دریا میں غرق ہوا۔ اسوقت
بھی میں موجود تھا۔ میں توسب سے پرانا عاشق ہوں۔ جس جگہ کہ حضرت
احمد چوتھے۔ پانچویں۔ ساتویں۔ آٹھویں آسمان سے گزرے اُس
آٹھویں آسمان پر بھی میں ہی موجود تھا۔ میں توسب سے پرانا عاشق ہوں
عارف اپنی خودی کو مٹاتا ہے۔ اشعار

خودی کو دیا جب کہ ہم نے مٹا
وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا اٹھا
رہے پردہ میں اب نہ پردہ نشین
کہ اس کے سوا کچھ نہ باقی رہا

شعر

آنکس کہ خاک ما را گل کردہ خانہ ساخت — خود در میاں در آمد و ما را بہانہ ساخت

(ترجمہ) جس نے ہماری مٹی کا گارا بنا کر اپنا گھر بنایا وہ خود تو بیچ میں آیا

اور ہمارا یہ بہانہ بتایا یعنی کرنے کرانے والا سب کا وہ ہے لیکن ہم کو مفت
میں اوسکا مرتکب ٹھہراتا ہے۔

سوال۔ دیکھنا۔ سننا۔ سونگنا۔ سانس لینا۔ چھونا۔ بولنا۔ کھانا۔ پینا۔
لینا۔ دینا۔ چلنا۔ پھرنا وغیرہ ایسے ہر ایک عمل کا مصدر کون ہے؟

عارف اسکا جواب یہہ دیگا کہ اسکا مصدر حق جان جہان ہے
اور جاہل یہ خیال کرتا ہے کہ ایسے ہر ایک عمل کا مصدر "میں" ہوں
یعنے جسم خاکی جامہ خودی میں مبتلا ہو کر یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں۔ میں
سنتا ہوں۔ میں بولتا ہوں۔ میں چلتا پھرتا ہوں۔ میں کھاتا پیتا ہوں
اور یہہ بھی کہتا ہے کہ وہ کام فلاں شخص نے کیا۔ میں علیحدہ ہوں اور
وہ شخص علیحدہ ہے میں اور ہوں وہ اور ہے یہ سب خودی میں داخل ہے

عارف اس میں "میں" "تیں" انائے مقید خودی کے گلے پر چھری
پھیرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے محدود "میں" ذرا دیکھ تو سہی نہ تو دوران
خون۔ نہ بالیدگی۔ نہ پٹھوں۔ رگوں۔ ہڈیوں وغیرہ کی پرورش تیرے
اختیار میں ہے۔ نہ نیند تیرے بس میں ہے اور نہ بیداری۔

عارف کی زبان پر روحاً ہمیشہ اشعار مندرجۂ ذیل جاری رہتے ہیں

اے طالبان اے طالبان من باشما ہر جا ستم (۱)
ہم جلوہ گر در دیدہا ہم مضمر دلہا ستم

(۲) این دوری و مہجوریم از وہم و پندارِ شماست
در نسبت خود با شما دریا و موج آساستم

(۳) با حُسنِ خود در باختم۔ من نرد عشق و عاشقی
ہم لیلیٰ و مجنوں منم۔ ہم وامق و عذراستم

(۴) گاہے نیاز ایمان من گہ بے نیازی شان من
این ہر دوئی زیبد بمن۔ ہم بندہ و مولاستم

(۵) ہم صورت ناسوتیم۔ ہم معنے لاہوتیم
پنہاں تر از پنہاں وہم پیدا تر از پیداستم

برعکس رسم این جہاں در پردہ میباشم عیاں
چندانکہ بے پردہ شوم در پردۂ اخفاستم

(ترجمہ) اے طالبو میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں میں جلوہ گر ہوں۔ اور تمہارے دلوں میں میں ہی چھپا ہوا ہوں یہ میری دوری اور جدائی تمہارے وہم و پندار سے ہے۔ تمہارے ساتھ میں اپنے تعلق میں دریا اور موجوں کی طرح ہوں اپنے حسن کے ساتھ میں عشق و عاشقی کی بازی ہارتا ہوں۔ لیلیٰ اور مجنوں بھی میں ہوں اور وامق اور عذرا بھی میں ہوں۔ کبھی نیاز میرا ایمان ہے۔ اور کبھی بے نیازی میری شان ہے یہ دونوں مجھکو زیب دیتی ہیں کیونکہ بندہ اور مولا میں ہی

ہوں۔ عالم بیداری اور خواب کی حقیقت میں ہوں۔ کیونکہ پوشیدہ سے پوشیدہ اور ظاہر سے ظاہر میں ہوں۔ اس جہان کے دستور کے برخلاف میں پوشیدگی میں بھی ظاہر ہوں۔ جسقدر کہ میں عیاں ہوں اُسی قدر میں نہاں ہوں)

طالب حق کیلئے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ دل کا ہر وقت بشاشت اور سُرور کے نور سے معمور رہنا۔ رنج۔ غصہ اور تعصب سے بھرا ہوا دل حق کا حظ ہرگز نہیں اٹھا سکتا۔ رنج۔ غصہ اور تعصب کی بیخ کنی کبھی نہیں ہو سکتی جب تک کہ جہل دور نہ ہولے۔ بشاشت اور سرور عصمت پاکبازی۔ اور راست بازی۔ معرفت الٰہی کے نقش پا ہیں غصہ اور رنج کی اصل حقیقت خواہش ہے جب کسی کے دل میں خواہش کی رو جوش وخروش کے ساتھ بہ رہی ہو اور ایک دم کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو وہ خواہش دفعتاً۔ غصہ و رنج میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مرضی کے مطابق کسی کام کا نہونا ہی غصہ و رنج پیدا کرتا ہے۔

جب انسان حق جان جہاں کو جان لیتا ہے تو سب زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں دکھ دفع ہو جاتا ہے۔ اور مرنے کا خوف دل سے مٹجاتا ہے۔ وہ عارف جو تمام دنیا کو اپنی ذات سمجھتا ہے اور ہر فرد بشر کو اپنا "روپ" خیال کرتا ہے۔ وہ کسی سے ناراض نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کو

ناراض کرتا ہے اور کسی سے نفرت نہیں کرتا ہے جب اپنی زبان اپنے دانتوں
میں دب جاتی ہے تو دانتوں کو نکال ڈالنے کا کس کو خیال آتا ہے۔
جو عارف حق جان جہاں کو سب میں ساری اور سب جانتا ہے وہ پھر کسی
سے نفرت نہیں کرتا اور نہ کسی سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کو رنجیدہ کرتا
ہے وہی سب میں ہے ساری اور حقیقت وہی سب ہے۔
حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وہ شخص مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے
جو تمام مخلوقات میں کسی سے نفرت نہیں کرتا ہے۔ جو رحیم اور "دیالو" ہے
نخوت اور تکبر سے بری ہے اور جس میں برائی اور بھلائی سے تبدیلی واقع
نہیں ہوتی اور جو ہر حالت میں "انند" رہتا ہے۔ اور جو صابر۔ بردبار۔ اور
قانع ہے اور جسکو اپنے دل پر کامل قابو حاصل ہے اور جو اپنے قول و قرار کا
پکا ہے اور جو میری مخلوق کا خدمت گزار ہے۔ اور جو اپنے ہم جنسوں کو تکلیف
نہیں پہونچاتا ہے اور جو رنج و غصہ اور غم کے اثر کی رسائی سے بعید ہے۔
ایسا انسان مجھے بیشک سب سے زیادہ پیارا ہے۔
عارف کا یہ خیال ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار حق تعالیٰ کی طرف سے
ظہور میں آرہے ہیں یعنی

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

جملہ امور حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

(ہمہ از وست)

شعر

ازیں مصائب دوران منال وشادان باش
کہ تیر دوست بہ پہلوئے دوست می آید

(ترجمہ) زمانہ کی مصیبتوں سے مت رو اور خوش رہ۔ کیونکہ دوست کا تیر دوست کے پہلو میں آتا ہے یعنے زمانہ کی مصیبت خدا کے طرف سے بھلائی کیلئے نازل ہوتی ہے۔

ع
ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

شعر

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

اگر ہمارا دل کینہ و کدورت سے بالکل پاک و صاف ہو جائے تو دنیا کی کوئی شے ہمیں ضرر نہیں پہونچا سکتی۔ "آنند" بھرے ہوئے انسانوں کی قربت میں غضب بھرے ہوے اصحاب بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں جنگل کے بھیڑیے۔ شیر وغیرہ انکو دیکھکر محو الفت ہو جاتے ہیں۔ سانپ۔ بچھو وغیرہ اپنے موذی پن کو بھول جاتے ہیں۔

اشعار مندرجہ ذیل روحا عارف کی زبان پر رہتے ہیں۔

باغ جہاں کے گل ہیں۔ یا خار۔ ہیں تو ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں۔ اغیار ہیں تو ہم ہیں۔

دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل
گر وار ہیں تو ہم ہیں اور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے و گر قدر
مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں
میرا ہی حسن جگ میں ہر چند موجزن ہے
اس پر بھی تشنگان دیدار ہیں تو ہم ہیں

حق جان جہاں سے بڑھکر کسی چیز کا علم حاصل کرنے کے لایق نہیں ہے اور سوائے حق جان جہاں کے علم کے کوئی دوسرا علم "آنند" سرور دائمی دینے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ جو حق کو جانتا ہے وہ حق ہی ہو جاتا ہے جب عارف حق جان جہاں کو جانتا ہے تو اوسے دنیا و عقبیٰ کی پروا نہیں رہتی تت

اشعار

(۱) آنانکہ زیر سایہ مہرت مقام شاں — در دل چرا تخیل بال ہما کنند
(۲) شوریدگانِ حسن جمال و جلال یار — تسکین دل بمالک دو عالم کجا کنند
(۳) دیوانگانِ بادیہ پیمائے عشق او — ہفت آسمان چشم زدن زیر پا کنند

(ترجمہ) جن لوگوں کا مقام ترے زیر سایہ ہے وہ اپنے دل میں ہما کے بازو کا خیال کب کرتے ہیں۔
(۲) یار کے جلال و جمال کی خوبصورتی کے شیدائی لوگ دونوں

جہان کی ملکیت سے کب دل کو تسکین دیسکتے ہیں۔
(۳) اوسکی محبت میں جنگل کے ناپنے والے دیوانے انسا توں آسمانونکو آنکھ کی ایک ایک جھپک سے پامال کردیتے ہیں۔ **شعر**

بگدائی درت شاہی عالم چہ کنم تاج بخشانِ جہانند گدایانے چند

(**ترجمہ**) ترے دروازہ کی فقیری پر جہان کی بادشاہت کو لیکر میں کیا کروں۔ کیونکہ تاج شاہی تو ترے دروازے کے چند فقیر بخشدیتے ہیں۔ **شعر**

بر در میکدہ رندانِ قلندر باشند کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی

ترجمہ۔ شراب خانہ کے دروازہ پر قلندر رند ہوتے ہیں یعنے حقیقی عشق کا پرتو قبول کرنیوالے مست فقیر ہوتے ہیں۔ جو کہ بادشاہی تاج و تخت کا لین دین کرتے ہیں۔

حقیقی عارف وہ ہے جو اپنے سے عداوت۔ کینہ۔ حسد۔ بغض اور دشمنی رکھنے والوں کا دل وجان سے بھلا چاہتا ہے۔ اُنکی خدمت میں اپنا پیارے سے پیارا دھن حاضر کرنے کو تیار ہوتا ہے۔

آسایش دوگیتی تفسیر این دوحرف است
بادوستان تلطف بادشمنان مدارا

جن کے ہر ہر مو سے محبت ٹپک رہی ہے جسکی آنکھوں سے آنند سُرور اُبل رہا ہے

برس رہا ہے جس کی پیشانی پر خوشی و مسرت کا چاند چمک رہا ہے۔ کیونکہ وہ کسی کو غیر حق نہیں جانتا ہے۔ اور توحید مطلق اُسکا پیشہ ہو جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ اپنے برابر محبت کرو۔ اور دشمن کے ساتھ بھی مثل اپنے محبت رکھو۔ کیونکہ علم معرفت الٰہی کا یہ ڈھنڈورا ہے کہ وہ ہی سب میں ہے ساری اور حقیقت میں وہی سب ہے اور روحاً یہ کہا جا سکتا ہے میں ہی سب میں ہوں ساری اور حقیقت میں میں ہی سب ہوں۔ **شعر**

من ہا ماں من ہماں من ہماں
ہر کجا چشمت فتد جز من مداں

(ترجمہ) میں وہی ہوں میں وہی ہوں میں وہی۔ جس جگہ تری آنکھ پڑے میرے سوا مت جان۔

عارف کا یہ خیال ہے کہ آسماں کی طرف نظر کرو تو حق جان جہاں سورج بنکر جلوہ نگن ہے۔ چاند اور تاروں میں وہی چمک رہا ہے۔ آسمان اور زمین کے درمیان وہی ہوا بنکر سنسنا رہا ہے اور خود کائنات بنکر اُس میں جلوہ فرما ہے۔ وہی مہمان بنکر گھر میں آتا ہے اور میزبان بھی وہی ہے۔ اور وہی صورت آدم میں اپنا جمال دکھلاتا ہے۔ روشنی میں وہی چمکتا ہے۔ "آکاش" میں اور پانی میں وہی ہے۔ چرندوں و پرندوں میں

وہی جلوہ فگن ہے۔ زمین پر وہی نباتات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ پہاڑوں سے بھی وہی ندی نالوں کے لباس میں نکلتا ہے۔

انسان کے دل میں خداشناسی سے موت کا خوف نہیں رہتا ہے اوسکو مسترت دائمی اور حیاتِ ابدی حاصل ہوجاتی ہے۔ خداشناسی سے نجات حاصل ہوتی ہے ایسا انسان زندگی کے بازار میں جسطرف جائیگا۔ نعمۂ راحت اُسے خوش آمدی کہتا ہوا لے گا۔ اور وہ جدھر نگاہ ڈالے گا کامیابی مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھائیگی۔ اور اوسکی پیشانی پر نورِ معرفت ہمیشہ کیلئے طلوع ہوکر اپنا جمال برسائیگا۔

جاہلوں کا یہ خیال ہے کہ مخالفین کو ذلیل کرنا ہی اپنی ذاتی عزت کو قایم رکھنا ہے ایسے شخصوں کو علم معرفت آلٰھی یہ مشورہ دیتا ہے کہ اس قسم کے خیال سے درگزر کرو۔ ورنہ ذلت اُٹھاؤگے۔ بدلہ لینا۔ سزا دینا اور کینہ پروری وہ گِد ہے جو صاف بتارہا ہے کہ تمہارے اندر جہل کا مردا سڑرہا ہے۔ بغیر مردار کے غصہ کا گِد کبھی آتا ہی نہیں الحاصل خیال انتقام حقیقی عزت کو خاک میں ملاتا ہے۔

عارف کا عقیدہ یہ ہے کہ

١۔ تمام پیروں سے حق چلتا ہے۔ اور تمام پیر اوسی کے ہیں

۲- تمام آنکھوں سے حق دیکھتا ہے۔ اور تمام آنکھیں اُسی کی ہیں
۳- تمام کانوں سے حق سنتا ہے۔ اور تمام کان اوسی کے ہیں
۴- تمام ناکوں سے حق سانس لیتا ہے۔ اور تمام ناکیں اُسی کی ہیں
۵- تمام ہاتھوں سے حق کام کرتا ہے۔ اور تمام ہاتھ اوسی کے ہیں
۶- تمام دہنوں سے حق کھاتا اور پیتا ہے۔ اور تمام دہن اوسی کے ہیں
۷- تمام زبانوں سے حق بات کرتا ہے۔ اور تمام زبانیں اوسی کے ہیں
۸- تمام دماغوں سے حق سوچتا ہے۔ اور تمام دماغ اوسی کے ہیں
۹- تمام معدوں میں حق غذا کو ہضم کرتا ہے۔ اور تمام معدے اوسی کے ہیں
۱۰- تمام رگوں میں حق خون کو دوڑاتا ہے۔ اور تمام رگیں اوسی کی ہیں
۱۱- تمام بالوں کو حق بڑہاتا ہے اور تمام بال اوسی کے ہیں
۱۲- تمام چہروں پر حق صحت کی سرخی دوڑاتا ہے۔ اور تمام چہرے اوسی کے ہیں
۱۳- تمام قلوب میں حق الہام کرتا ہے اور خیال پیدا کرتا ہے اور تمام قلوب اوسی کے ہیں۔
۱۴- تمام اجسام کا حق محرک ہے۔ اور تمام اجسام اوسی کے ہیں۔
۱۵- تمام ہونٹوں سے حق تبسم کرتا ہے۔ اور ہنستا ہے اور تمام ہونٹ اوسی کے ہیں۔
۱۶- تمام دانتوں سے حق چباتا ہے۔ اور تمام دانت اوسی کے ہیں

۱۷۔ تمام ناخنوں کو حق بڑھاتا ہے ۔ اور تمام ناخن اوسی کے ہیں
الحاصل کلام صدر سے واضح و ثابت ہے کہ نہیں ہے کوئی سوائے حق کے

عارفانہ اشعار

خدا تو ہر شکل سے ہے ظاہر خیال ناداں ترا کدھر ہے
وہی تو ہے جو نئی ادا سے ہر ایک پیکر میں جلوہ گر ہے
تمام ہاتوں سے کر رہا ہے وہی تو ہر وقت کار دنیا
تمام کانوں سے سُن رہا ہے وہی تو ہر دم ستار دنیا
تمام آنکھوں سے دیکھتا ہے وہی تو ہر لحظہ شان عالم
وہی تو ہے شمع بزم ہستی وہی تو نادان ہے جانِ عالم
وہی دماغوں سے سوچتا ہے وہی زبانوں سے بولتا ہے
وہی تو ہر ناخن خرد میں چھپی گرہ دل کی کھولتا ہے
وہی تو کھاتا ہے ہر دہن سے وہی تو چلتا ہے ہر قدم سے
وہی تو گویا ہے ہر زباں سے وہی تو لکھتا ہے ہر قلم سے
وہی تو ہر شامہ میں مضمر شمیم گل سے مہک رہا ہے
وہی تو ہر طاق زندگی میں چراغ بنکر چمک رہا ہے
وہی تو ہر اک وجود میں ہے اُسی کی نیرنگیاں ہیں ساری

وہی تو نزدیک تر ہے ہم سے جہاں ہیں شہ رگ سے بھی ہے نزدیکی

جو حق کو یوں جان میں دیکھتا ہے کہ جیسے پھولوں میں بو ہو داخل
وہی تو ہے حق شناس عارف۔ اسی کو کہتے ہیں مرد کامل

وہی جو لا حد و انتہا ہے نہاں جو وہم و قیاس میں ہے
وہی ہے ہستی میں میری پنہاں وہی تو میرے لباس میں ہے

نہیں ذرا فرق مجھ میں اُس میں زمیں میں ہی آسماں میں ہی ہوں
بُرا نہ مانیں اگر یہ زاہد تو کہدوں جان جہان میں ہی ہوں

کلیم بھی ہوں میں طور بھی ہوں مسیح بھی ہوں صلیب بھی ہوں
امیر بھی ہوں غریب بھی ہوں مریض بھی ہوں طبیب بھی ہوں

میں ہی وہ قزاق سنگدل ہوں جو بیگناہوں کو مارتا ہے
میں ہی وہ منصف ہوں قاتلوں کو جو موت کے گھاٹ اتارتا ہے

میں ہی تھا پردے میں اُنکے مضمر جو رحم میں سب سے بڑھ چکے ہیں
بھرا تھا میں نے ہی روپ اونکا جو لوگ سولی پہ چڑھ چکے ہیں

میں جسم خاکی نہیں ہوں جان ہوں زمین میری آسمان میرا
نگاہِ حق بین سے دیکھتا ہوں تو ہے یہ سارا جہان میرا

وہ نورِ خالص ہوں میں کہ جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے
خودی خودی کہتے ہیں جسے سب وہی خدا ہے وہی جدا ہے

وہ روح مطلق ہوں جسکے ٹکڑے نہ ہو سکے ہیں نہ ہو سکینگے
نہیں جو یہ مانتے وہ اک دن نہ ہنس سکینگے نہ رو ہی سکینگے

فنا فنا کہہ رہا ہے زاہد غریب راز آشنا نہیں ہے
بھلا اس سے کہدو کہ میں ہوں **قادر** مجھے ہراس فنا نہیں ہے

عارفانہ اشعار

جس کو کہتے ہیں خدا تو ہی تو ہے — خالق ارض و سما تو ہی تو ہے
ڈھونڈتے ہیں عاشقان حق جسے — قلب میں وہ دلربا تو ہی تو ہے
تو نے ہی سرمہ کیا تھا طور کو — دست موسیٰ میں عصا تو ہی تو ہے
تشنۂ دیدار لب کے واسطے — چشمۂ آب بقا تو ہی تو ہے
تو ہی تو ہے جس کے سر پہ تاج ہے — اور گدائے بے نوا تو ہی تو ہے
شب کو تو ہی تو ہوا کا ہے سکوت — صبح کو رقص صبا تو ہی تو ہے
نار ہیں مہ میں کواکب میں صدا — مہر میں جلوہ نما تو ہی تو ہے
آتش سوزندہ کو بہر خلیل — جس نے گلشن کر دیا تو ہی تو ہے
نوح کی کشتی کو طوفاں سے بچا — پار بیڑا کر دیا تو ہی تو ہے
مرد و زن پیر و جوان وحش و طیور — اولیاء و انبیا تو ہی تو ہے

خاک و باد و آب و آتش اور فضا — ان کے پردوں میں چھپا تو ہی تو ہے
عقدۂ وحدت پرستی کے لئے — ناخن مشکل کشا تو ہی تو ہے
مرغ دل باغ جہاں میں جسکے ہے — دام الفت میں پھنسا تو ہی تو ہے
تو ہی تو ہے نغمۂ ساز ازل — [illegible] قالو بلا تو ہی تو ہے
تو ہی تو ہے زخم قلب عاشقاں — درد پنہاں کی دوا تو ہی تو ہے
غور سے دیکھی جو ہر شے تو کھلا — ابتدا و انتہا تو ہی تو ہے
غیر قادر دو جہاں میں کچھ نہیں — اپنے جلووں پر فدا تو ہی تو ہے

حق کے جس اسم کا غلبہ کسی بشر پر ہوتا ہے وہ بشر اوسی اسم کا مظہر ہوتا ہے۔ مثلاً کسی بشر میں رحم کا غلبہ ہو تو وہ مظہر رحیم اور کسی میں جود و بخشش کا غلبہ ہو وہ مظہر جواد۔ اور کسی میں ذلیل حرکات کا غلبہ ہو تو وہ مظہر مذل۔ اور کسی میں معزز حرکات کا غلبہ ہو تو وہ مظہر معز اور کسی میں گمراہی کا غلبہ ہو تو وہ مظہر مضل۔ اور کسی میں رہ راست پر چلنے کا غلبہ ہو تو وہ ہادی کا مظہر ہوتا ہے۔ علی ہذالقیاس جس اسم الٰہی کا غلبہ ہوگا اوس اسم کا مظہر ہوگا۔

ہر ایک کام حسب مشیت الٰہی ہوتا ہے اور اسی کو تقدیر نصیب اور قسمت بھی کہتے ہیں **شعر**

لکھا نصیب کا کوئی مٹا نہیں سکتا — کسی کے درد کو ہمدم بٹا نہیں سکتا

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تقدیر پر بھروسہ کرکے کیا ہم کوشش اور تدبیر نہ کریں اسکا جواب یہ ہے کہ تقدیر ہی کوشش اور تدبیر کراتی ہے۔ اور ہر ایک کام جسکا اسم دنیا میں لیا جاتا ہے وہ تحت تقدیر ہے۔

اشعار متعلق بہ قضا و قدر

عالم میں خیر و شر کا جہانتک صدور ہے — اعیان ثابتہ کا یہ سارا ظہور ہے
ارض و سما میں جو کہ نہاں اور ہے عیاں — اُسکی مشیتوں کا بطون و ظہور ہے
رنج و سرور و صحت و بیماری و شفا — ہر کیفیت کا حکم سے اوسکی صدور ہے
نقصان و نفع و طاعت و عصیان و ہر عمل — ایما سے اوسکے تا دم یوم النشور ہے
دوزخ ہو خلد ہو کہ ثواب و عذاب ہو — اُسکے ہی جلوہ سے اثر نار و نور ہے
اسکا ہی جب ظہور ہے پھر غیریت کہاں — اپنی تجلیوں پہ اوسی کو عبور ہے
اول جو ایک قید تو آخر ہے ایک حد — اطلاق کا کمال کہیں اُس سے دور ہے
دید خدا محال ہے جز شکل مصطفٰے — حسِ بصر کے واسطے صورت ضرور ہے
ہر ذرے سے عیاں ہے کمالِ جمالِ دوست — اس پر بھی جو نہ دیکھے نظر کا قصور ہے
غیر خدا محال ہے اے چشم غیر بیں — مشرک کبھی نہ ہوگا جو عاشق غیور ہے

ہر امرِ ذات متفقاً عینِ ذات ہے
اور سمتِ ذات مرجع جملہ اُمور ہے

عالم ہو دوست یا ہو مخالف تمام دہر
قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہونا ضرور ہے

تقدیر ذات اپنی مظاہر پہ ہی محیط
اسکے خلاف کچھ ہو یہ امکان سے دور ہے

منشاء ذات حفظِ مراتب ہی اسلئے
بندہ کو کہنا بندہ قادر ضرور ہے

بروزِ حشر الٰہی چوں نامۂ عملم
کنند باز کہ آں روز بار خواہ این است

بکن مقابلہ آں راز سر نوشت ازل
وگر زیادہ و کم باشد آں گناہ من است

اشعار عارفانہ

خلق معقول اور حق محسوس ہے
خود ہی آزاد اور خود محبوس ہے

خود ہی مطلق اور مقید ہے عیاں
خود ہے خازن اور خود گنجِ نہاں

ہے مقید عین مطلق ہاں ارے
فصل کو وصلِ حقیقی جان رے

چشمِ سر اور چشمِ سِر میں جلوہ گر
پا نہیں سکتا اوسے ہر ایک بشر

عرش سے تا فرش ذاتی نور ہے
اوسکے پانے سے بصر مجبور ہے

کنہ ذاتی کو کہاں پائے کوئی
جب ہو اطلاق و تقید سے بری

فی الحقیقت مستقل ہے ایک ذات
ہے مجازاً خود بانواع صفات

کل کو وحدت کی جہت سے عین مان
جلوۂ کثرت کو قید محض جان

مظہر آیات ہیں ہر دو جہاں
ذرے ذرے میں وہی اک ہے عیاں

اس تعدد سے نہیں ہرگز جدا
واہ کیا بے مثل ہے ذاتِ خدا

نفی سب کی کرکے، خود ثابت ہوا | اِسلئے موجود ہے خود برملا
نفی کس کی آپ ہی اثبات ہے | کچھ نہو تو پھر اوسی کی ذات ہے
نفی کا اثبات اِلّا اللہ ہے | خود ہے باقی سب فنا فی اللہ ہے
اول و آخر ہے اوسکی ذات ہی | ماسوا ہے محض نسبت نام کی
کچھ بھی عالم میں سوا اوسکے نہیں | خود زمان و خود مکان و خود مکیں
خود ہے رہ رو راستہ بھی آپ ہے | خضرِ منزل آشنا بھی آپ ہے
مَن رآنی کو سمجھ لے گر کوئی | لن ترانی کا نہو مورد کبھی،
شکل آدم میں ہوا اظہار حق | دیکھ لے تو پیر میں دیدارِ حق
میرے مولا میرے حافظ میرے پیر | تیرے قربانِ جان و دل ہے یہ فقیر
جلوہ گر ہو اے کرم کے آفتاب | تا ہو قادر دو جہاں میں کامیاب

اشعارِ عارفانہ

تجھے معلوم ہے اے بندہ اوہام کیا میں ہوں
بُرا میں ہوں بھلا میں ہوں خودی میں ہوں خدا میں ہوں
کمال عیش و عشرت ہوں غم بے انتہا میں ہوں
ہلاہل زہر میں ہوں چشمۂ آبِ بقا میں ہوں

مکاں ہے مسجد و میخانہ دیر و حرم میرا
ہر اک آئینہ میں جلوہ نہاں ہے بیش و کم میرا

کھلنے تاروں کے اندر شب کو میں ہی جگمگاتا ہوں
طلوع صبح کے پردے میں میں ہی مسکراتا ہوں

جبین برق تابندہ میں میں جلوہ دکھاتا ہوں
نسیم صبح کے بربط میں میں ہی گنگناتا ہوں

میرا ہی کیف جاں پرور چھپا ہے سبزہ زاروں میں
میرا ہی نغمۂ دل کش نہاں ہے آبشاروں میں

میں ہی نیوٹن کے پیکر میں میں ہی موسیٰ کی صورت میں
میں ہی خاروں کی سختی میں میں ہی پھولوں کی نکہت میں

میں ہی کثرت کے ہنگاموں میں مضمر میں ہی وحدت میں
میں ہی کیف طریقت میں میں ہی لفظ شریعت میں

علم بردار ہے سورج میری شان جلالی کا
قمر اک آئینہ ہے میری طرز خوش جمالی کا

تماشائی بھی میں ہوں در حقیقت اور تماشا بھی
کلیم اللہ بھی میں خود ہوں خود ہی برق سینا بھی

میں خود فرہاد ہوں شیریں بھی میں ہوں اور تیشا بھی

فراق یار میں مجنوں بھی میں ہوں اور لیلی بھی
ہر اک صورت میں جو شکل اپنی دکھلاتا ہے وہ میں ہوں
غرض جو کچھ نظر کے سامنے آتا ہے وہ میں ہوں

خرد مند و ذکی الحس ہوں اور نادان بھی میں ہوں
حقیقت کا نشاں اور کفر کا فرمان بھی میں ہوں

ہوائے لطف پرور بھی ہوں اور طوفان بھی میں ہوں
فقط انسان مطلق ہی نہیں حیوان بھی میں ہوں
میں ہی ہوں دوست سب کا اصل میں اور میں ہی دشمن ہوں
میں ہی ہوں بت شکن محمود اور میں ہی برہمن ہوں

کھلاتا ہوں چمن میں پھول میں بادِ صبا بنکر
گھٹاؤں سے کبھی گرتا ہوں میں برقِ فنا بنکر

لبھاتا ہوں دلوں کو مطرب رنگین نوا بنکر
ملاتا ہوں دلوں کو خاک میں میں کج ادا بنکر
نکلتی ہے صدا کلیوں کے پردوں سے نوا میری
گرج بنکر کبھی بادل سے آتی ہے صدا میری

میرا نور آسمانوں میں میرا جلوہ زمینوں میں
میرا شعلہ ہے جانوں میں مری گرمی ہے سینوں میں

میری ضو برق میں میرا تبسم نازنینوں میں
میری لو شمع میں میری نزاکت آبگینوں میں
مجھے ہر رنگ میں پاتے ہیں جو انسانِ کامل ہیں
نہیں ہیں ماسوا کے پھیر میں جو صاحبِ دل ہیں
ہلال روزِ اول بھی ہوں میں اور ماہِ کامل بھی
سرِ پُرشوق بھی میں ہی ہوں اور حسرت بھرا دل بھی
میں ہی خود شمعِ محفل اہلِ محفل اور محفل بھی
میں ہی خود راہ ہوں خود ہی مسافر خود ہی منزل بھی
میں ہی تنزیہ کی تصویر میں رنگِ منزہ ہوں
میں ہی تشبیہ کے آئینہ میں شکلِ مشبہ ہوں

عارفانہ خیالات

حق کو ہر فرد بشر میں دیکھو۔ حق مختلف اشکال میں خود متشکل و متکیف ہو کر بہ صفات گوناگون جلوہ گر ہے۔

وہی تمام ہاتھوں سے کام کرتا ہے۔

وہی تمام قدموں سے چلتا ہے۔
وہی تمام کانوں سے سنتا ہے۔
وہی تمام آنکھوں سے دیکھتا ہے۔
وہی تمام نتھنوں سے سانس لیتا ہے۔
وہی تمام زبانوں سے گفتگو کرتا ہے۔

ہر وجود حق کا مسکن ہے۔ ہر دماغ سے وہی سونچتا ہے۔ وہ ہماری شہرگ سے بھی ہم سے قریب تر ہے! اسطرح سمجھنا ہی عرفان سچا اعتقاد اور حقیقی مذہب ہے۔ اور جس نے اسطرح سمجھ لیا وہی عارف ہے اور چونکہ صرف وہی ایک حق جو تمام کائنات کا نفس ناطقہ ہے اور ذرے ذرے میں سمایا ہوا ہے، میں اس واحد مطلق کے اندر سمایا ہوا ہوں، میں یہ محدود جسم نہیں ہوں، میں تو روح کل ہوں۔

میں ہی مہاتما بودہ، حضرت عیسیٰ، کلیم اللہ، کرشن جی، اور رامچندر مہاراج کی روح ہوں، اور میں تمام حکماء وزہاد کی روح ہوں، اور اس کے ساتھ میں قزاقوں کی بھی روح ہوں، اور انکی بھی جو قزاقوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکے ہیں اور ان تمام قاتلوں کی روح بھی ہوں جو سولی پر چڑھائے جا چکے ہیں۔ الحاصل کل اجسام میرے ہیں اور کل اجسام کی روح میں ہوں یہی توحید کا سب سے بزرگ درجہ ہے، یہ کہنا کہ یہ کام میں نے کیا

اور وہ کام فلاں شخص نے کیا میں اور ہوں وہ اور ہے، یہ تنگ نظری اور محدود خیالی ہے اور یہ سب خودی میں داخل ہے، اور حقیقی مین کے خلاف ہے۔

حقیقی "مین" انائے مطلق روح کا انا ہے (یعنی "میں" روح ہوں تمامی موجودات کی۔ میں جان جہاں ہوں یہ جہاں میرا تن ہے) اس خیال کو ہمیشہ دستور حیات بناؤ اور مستقل طور پر پیش نظر رکھو اور اعلیٰ ترین ہستی کی پرستش اعلیٰ ترین شکل میں کرو۔

حق روح ہے، اور "روح" ہی سے اسکی پرستش ہونا چاہیئے

وہ جو محدود ہے وہ تو محض جسم ظاہری و مادی ہے۔ روح تو ہی مطلق اور غیر محدود ہے حق چونکہ روح ہے اس لیئے وہ غیر محدود اور لاانتنا ہی ہے۔ انسان بھی وہی روح ہے، اسلیئے وہ بھی روحاً غیر محدود اور لاانتنا ہی ہے۔ صرف لاانتنا ہی و مطلق ہی "لاانتنا ہی اور مطلق کی پرستش کر سکتا ہے اور وہی اعلےٰ ترین روحانی عبادت اور پرستش ہے۔

ہمیشہ یہ اعتقاد رکھو کہ میں جسم نہیں ہوں، بلکہ میں جان جہاں ہوں، اور میں ایک ایسی روح کُل ہوں جو عالمگیر ہے اور ناقابل تجزیہ ہے۔

عارف کا یہ خیال ہے کہ **شعر**

نیست غیر از ہستیٔ حق در جہاں موجود ہیچ   خواہ در انکار کوش و خواہ در اقرار باش

اشعار

گفتمش خواہم کہ بینم مر ترا اے نازنین
گفت گر خواہی مرا بینی برو خود را ببین
گفتمش با تو نشستم آرزو دارم بسے
گفت گر باشد ترا ایں آرزو با خود نشیں
گفتمش کاں نقش گوئی بر مثال نقش تو
گفت ظاہر شد بہ نقش خویشتن نقش آفریں
گفتمش گوئی کہ آدم جمع کل عالم است
گفت جمع عالم است و جمع رب العالمین
گفتمش ہم من توام ہم جملہ تو خندید و گفت
بر تو بر دیدنت باد اہزاراں آفریں

(۱) (ترجمہ) میں نے اس یار کو کہا کہ میں اے پیارے تجھکو دیکھنا چاہتا ہوں اُس نے جواب دیا کہ اگر تو میرے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے تو اپنے باطن کو دیکھ وہی میں ہوں۔

(۲) میں نے اُس سے کہا کہ اے پیارے میں تیرے پاس بیٹھنے کی آرزو رکھتا ہوں اوس نے کہا کہ اگر تجھے یہ آرزو ہے تو جا اپنے ساتھ بیٹھ میں تیرے ہی اندر ہوں۔

(۳) میں نے اُس سے کہا کہ اے پیارے تو ایسا نقش بتا جو تیرے نقش کے مانند ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے نقش یہ تمام اشکال ہیں اصلی نقّاش میں ہی ہوں۔

(۴) میں نے اُس سے کہا کہ اے پیارے کیا تو یہ کہتا ہے کہ آدم کل جہان کا مجمع ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ جہان کا مجمع تو کیا بلکہ کل جہانوں کی مالکت کا بھی مجمع ہے۔

(۵) میں نے اُس سے کہا کہ میں تو ہوں۔ اور سب کچھ تو ہے اس پر وہ ہنسا اور بولا کہ تجھ پر اور تیرے ایسے دیکھنے پر ہزار ہزار آفرین ہے۔

اشعار مندرجہ ذیل پر عارف کا ایمان ہے

کہیں کیوان ستارہ ہو کے اپنا نور چمکایا | زحل میں جا کہیں چمکا کہیں مریخ میں آیا

کہیں سورج ہو گیا تیز جلوہ آپ دکھلایا | کہیں ہو چاند چمکا اور کہیں خود بن گیا سایا

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے

تو ہیتوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

ترا ہی حکم ہے اندر جو برساتا ہے یہ پانی | ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہے تیرے زیر نگرانی

تجلی آتشِ سوزاں میں تیری ہی ہے نورانی | پڑا پھرتا ہے مارا مارا ڈر سے مرگ حیوانی

تو ہی باطن میں پنہاں ہے، تو ظاہر ہر مکاں پر ہے،
تو مُنیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

تو ہی آنکھوں میں نورِ مردمک ہو آپ چمکا ہے — تو ہی ہو عقل کا جوہر سر و تن میں سب کے دمکا ہے
ترے ہی نور کا جلوہ ہی قطرہ میں جو شبنم کا ہے، — تو رونق ہر چمن کی ہی تو دلبر جام جم کا ہے،

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو مُنیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

کہیں طاؤس زریں بال بنکر رقص کرتا ہے — دکھا کر ناچ اپنا مورنی پر آپ مرتا ہے
کہیں ہو فاختہ کو کو کی سی آواز کرتا ہے — کہیں بلبل ہے خود ہے باغباں پھر اس سے ڈرتا ہے

تو ہی باطن میں پنہاں ہی تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو مُنیوں کے منوں میں ہی تو رندوں کی زباں پر ہے،

کہیں شاہیں بنا ہے شیر کہیں شکرہ ہی مستانہ — شکاری آپ بنتا ہے کہیں ہے آب اور دانہ
لٹک سے چال چلتا ہے کہیں معشوق جانانہ — صنم تو۔ برہمن۔ ناقوس تو۔ خود تو ہی بتخانہ

تو ہی باطن میں پنہاں ہے، تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو مُنیوں کے منوں میں ہے، تو رندوں کی زباں پر ہے،

تو ہی یاقوت میں روشن تو ہی پکھراج اور در میں — تو لعل بدخشاں میں تو ہی ہی خود سمندر میں
تو ہی کہسار ہو دریا میں تو ہی دیوار میں و در میں — تو ہی صحراؤں میں آبادی میں۔ تیرا نور نیّر میں

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے،
تو مُنیوں کے منوں میں ہے، تو رندوں کی زباں پر ہے

اگر کریہ منظر ترش رو سیاہ فام شخص سامنے آئے تو وہ بھی ذاتِ پاک کا مظہر ہے پس اُس سے نفرت کیسی؟ اگر پری پیکر۔ زہرہ تمثال۔ سراپا ناز حور وش سامنے آئے تو وہ بھی ذات پاک کا مظہر ہے۔ اس لئے کسی سے نفرت نہ ہونی چاہیے اور دونوں سے محبت رکھنی چاہیے تمہارے حواس خمسہ جو دونوں میں امتیاز کرتے ہیں سراسر باطل ہے ذاتِ پاک سب اجسام کی زندگی ہے۔ کیونکہ کل وہی ہے۔ وہی سب میں ہے ساری اور حقیقت میں وہی سب ہے۔

اشعار

تجلی ہاست حق را ورنقاب ذاتِ انسانی
شہودِ غیب گر خواہی وجوب اینجاست امکانی

حجابِ جلوہ ہم یکسر ہجوم جلوہ ہست ایں جا
نقاب نیست دریا را مگر طوفانِ عریانی

کمال خود شناسی شد دلیلِ قدرت عارف
تو گر ایں رمز بشناسی تو نیز اے بیخبر آنی

چمن را شوخی از نازت۔ فلک ہا پردہ سازت
دو عالم محو اندازت بہ فہم اے قطرۂ نادانی

(ترجمہ) (۱) انسانی ذات کے پردہ میں انوار الٰہی پوشیدہ ہیں اگر تو اُس غیب کی شہادت چاہتا ہے یعنی (اگر تو اُس پوشیدہ

ذات کا انکشاف کرنا چاہتا ہے) تو یہیں اُس کا انکشاف ممکن ہے۔

(۲) یہاں جلوہ کا ہجوم بھی جلوہ کا پردہ بنا ہوا ہے (یعنی نور کی زیادتی نے ہی منبع نور چھپا رکھا ہے) جیسے دریا کو کوئی پردہ چھپائے ہوئے نہیں ہے بلکہ یہی اُسکا طوفانِ عریانی چھپائے ہوئے ہے۔

(۳) عارف کی طاقت اُسکی خودشناسی کی دلیل ہے۔ اگر تو اس بھید کو جان لے تو اے غافل تو بھی وہی ہو جائے۔

(۴) چمن کو تیرے ہی ناز کے وجہ سے شوخی ہے اور آسمان تیرے ہی ساز کے پردہ ہیں۔ اے نادانی کے قطرہ تو سمجھ کہ دونوں جہاں تیرے ہی انداز پر محو ہو گئے ہیں۔

یہہ تمام نام اور کائنات کے روپ ذاتِ حق ہی ہے۔ شعر

ہرچہ آید در نظر از خیر و شر

جملہ ذاتِ حق بود اے بیخبر

ایک ہی رُوح مطلق (جاں جہاں) ہر ایک شئے میں بصفاتِ گوناگون جلوہ گر ہے۔ شعر

بنامے آنکہ او نامے ندارد

بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

عارف کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ہی ذاتِ پاک ہر رنگ میں نمودار ہے

وہی سورج بنکر چمکتی ہے وہی بحر ظلمات میں اچھلتی ہے۔ انسان حیوان گل خار۔ طوطی۔ بلبل۔ آب۔ ہوا۔ آتش۔ خاک۔ شہر۔ صحرا۔ پہاڑ اور کل کائنات میں ایک ہی ذاتِ پاک بلا تجزیہ و تقسیم جلوہ کناں ہے ایسا عارف دیکھتا ہے تو ذاتِ پاک کو سنتا ہے ذاتِ پاک کو سونگھتا ہے تو ذاتِ پاک کو۔ چھوتا ہے تو ذاتِ پاک کو چکھتا ہے تو ذاتِ پاک کو پہچانتا ہے تو ذاتِ پاک کو۔ سونچتا ہے تو ذاتِ پاک کو۔ الحاصل **الحق محسوس** ایسے عارف کا عقیدہ ہے۔

عارف عین معروف ہوجاتا ہے۔ اور یہ اشعار اُس کی زبان زد رہتے ہیں۔ **شعر**

ہیچ می دانی چہ چیزے چیستی و کیستی
خویش را دریاب والم ہستی ویا نیستی
آنکہ می شنود سمیع است آنکہ می بیند بصیر
آنکہ می داند علیم است پس بگو تو کیستی

رُباعی

تا آنکہ سوائے حق بدانی خودرا
غافل زبقائے حق بدانی خودرا
در ظاہر و باطنت نیابی جز حق
ہر گاہ کہ جائے حق بدانی خودرا

رُباعی

در خود از خود بگو چه چیزی و چه — خود را در خود بجو چه چیزی و چه
ہرگاہ سوائے حق نباشد چیزے — تو خود از خود بگو چہ چیزی و چہ

رُباعی

نے غم ز امید و فارغ از یاس و ہراس — این است عبادت ز فقیران بشناس
از خود رستند و با حقیقت بستند — نے خطرہ و نے تفرقہ و نے وسواس

عارف۔ ذاتِ پاک (جانِ جہان) کو کُل کائنات کا مبدہ اور فنا سے بالاتر جانتا ہے۔ اور ہمیشہ اُسی کی یاد میں رہتا ہے۔ اور پندار (خودی) کو مٹا کر ذاتِ پاک کو کُل اجسام میں بصفات گوناگون ساری و طاری مانتا ہے۔ **شعر**

نماز زاہدان سجدہ سجود است
نمازِ عارفان اندر وجود است

اور عارف یہ بھی مانتا ہے کہ ذاتِ پاک لاتعناہی وہستِ مطلق ہے، اور سب کے ظہور کا سبب وہی ہے۔ وہی پروردگار سب کا مالک شاہد۔ جائے پناہ۔ سہارا۔ محرک۔ مربی مخزن۔ اور غیر فانی ہے۔ **اشعار**

اے کہ شاہد دیار یکتائی — جلوہ گر گشت درمن و مائی
روز وحدت بکثرت آوردہ — اے تو پنہان ز بس ہویدائی

غیر تو نیست تا ترا بیند
در حقیقت ترا تو بینائی

ہمہ سوئی چرا ہمہ سوئی
ہمہ جائی چرا ہمہ جائی

چوں بصحرا شدی ز خلوت صرف
عالمے شہر تست صحرائی

دیدہ و نور دیدہ جملہ توئی
از کہ برقع ز روے نکشائی

در حجاب از کہ ماندہ ہر گاہ

خود تماشا و خود تماشائی

اور عارف یہ بھی مانتا ہے کہ ذات پاک ہوا ہیں۔ بارش ہیں
دھوپ ہیں۔ معدہ جاذبہ ہیں۔ معدہ بارود ہیں۔ حق و باطل ہیں اور
کل کائنات میں موجود ہے۔ اور کوئی شے اس سے خالی نہیں ہے
شئے کے اندر بھی ہے۔ اور خود شے بھی ہے۔ وہی باطن بھی ہے
وہی ظاہر بھی ہے۔

اور عارف یہ بھی کہتا ہے کہ افعال جمیع عالم افعال او تعالی اند
وصفات جمیع عالم صفات او تعالی اند۔ وہستی جمیع عالم ہستی او
تعالی است۔

عارف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عقل۔ علم۔ ہوشیاری۔ تحمل۔
راست بازی۔ نفس کشی۔ ضبط دل۔ خوشی۔ رنج۔ خودی۔ ترک خودی
خوف۔ بے خوفی۔ رحم دلی۔ سکون۔ قناعت۔ ریاضت۔ فیاضی۔ خیر طلبی

بد خواہی۔ سخاوت۔ کنجوسی وغیرہ ان مختلف خصلتوں کا ظہور ذات پاک سے ہوتا ہے۔

عارف۔ ذات پاک کا خیال ہر وقت لگا رہے۔ اور ذات پاک کا ذکر ہمیشہ کرتا رہتا ہے۔ اور ذات پاک کے تصور میں ہمیشہ خوش وخرم رہتا اور عارف کا خیال یہ ہے کہ علم معرفت الٰہی کے روشن چراغ سے جہل کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور علم ذات پاک کی روشنی سے نادانی کی تاریکی بالکل دفع ہو جاتی ہے اور سکون کی حالت پیدا ہوتی ہے اور قلب مطمئن ہو جاتا ہے۔

ذات پاک کا ارشاد یہ ہے کہ جو انسان اشعار مندرجہ ذیل پر عمل کرتا ہے وہ میرا عزیز ہے۔

اشعار

جو کرے سو میری خاطر جو دھرے میرے لئے
سادگی میں میرا عاشق کیا غضب ہوشیار ہے
ہو محبت اسکو ان سے جنکو میں پیدا کروں
بے طمع ہو بے غرض ہو جب وہ میرا یار ہے
مجھ سے چاہے مجھکو اور میری پرستش میں رہے
دوسری صورت سے جب دیکھو جب ہی بیزار ہے

جو انسان سب کو یکساں سمجھتے ہیں اور سب کو ایک نظر سے دیکھتے

ہیں۔ اور سب کی بہتری مدنظر رکھتے ہیں اور سب کے ساتھ ہمدردی
کرتے ہیں اور کسی سے نفرت نہیں کرتے وہ میرے عزیز ہیں۔ اور جو اپنے
تمام افعال کو میرے تفویض کر کے محبت کے ساتھ مجھے یاد کرتے
ہیں وہ میرے پیارے ہیں۔ اور جو اپنے افعال کو مجھ سے منسوب کرتے
ہیں وہ میرے حبیب ہوتے ہیں اور جو دنیا میں کسی سے حسد و دشمنی
نہیں رکھتا ہے اور اپنے سینہ کو کبر و نخوت سے صاف رکھتا ہے اور
رحمدل حلیم۔ اور بے پندار ہے صابر اور قانع ہے اور دل پر قابو رکھتا
ہے وہ مجھے عزیز ہے اور جو کسی انسان کو آزار نہیں پہونچاتا۔ رنج و خوف
اور غصہ سے آزاد رہتا ہے وہ مجھے عزیز ہے۔ یہ جان لو کہ سب جسموں میں
جان میں ہی ہوں اور کل اجسام میرے ہیں۔ اجسام میں کثرت ہے
اور جان میں وحدت۔ آکاش۔ ہوا۔ آتش۔ پانی۔ خاک۔ انانیت۔ عقل
قوت متخیلہ۔ سامعہ۔ لامسہ۔ باصرہ۔ ذائقہ۔ شامہ۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ منہ۔ مقام
بول۔ مقام براز۔ دل۔ کان۔ آنکھ۔ زبان۔ ناک۔ گوشت۔ پوست۔
ان سب کا نمود مجھ سے ہے۔

سب آنکھیں۔ سب پاؤں۔ سب ہاتھ۔ سب دہن۔ سب زبان
سب کان۔ سب دل و دماغ۔ سب معدہ۔ سب رگیں۔ سب قوے
سب چہرے میرے ہیں۔ اور ان سب میں میں ہی ساری و طاری ہوں۔

اشعار

ذاتت بہمہ صفات جامع در تو — زاں نورِ حقیقت است لامع در تو
بر خود تو عبث تہمت ہستی داری — حق است کہ شد قائل و سامع در تو

ذاتِ پاک کل عالم اور ہر ذرہ میں محیط و ساری ہے۔ اور باوجود اجسام کو حرکت دینے کے اور فاعل جنبش ہونے کے خود غیر متحرک اور ساکن ہے۔ اور بسبب کمال لطافت حواس کے پردے میں چھپی ہوئی ہے۔ اور ان سے تمیز نہیں ہو سکتی۔ اور شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ مگر بوجہ جہل و نادانی دور معلوم ہوتی ہے جسطرح "آکاش" ہر شئے میں محیط و ساری ہونے پر بھی بوجہ لطافت کسی شئے سے آلودہ نہیں ہوتی اسی طرح ذات پاک تمام اجسام میں محیط و ساری ہونے پر بھی آلودہ نہیں ہوتی۔ جیسے ایک سورج تمام عالم کو روشن کرتا ہے ویسے ہی ذات پاک (جان جہاں) تمام اجسام میں جلوہ گر ہے۔ اشعار

در ہزاراں جام گوناگوں اشرا بیش نیست
گرچہ بسیار اند انجم آفتابے بیش نیست
گرچہ برخیزد ز آب بحر موج بے شمار
کثرت اندر موج باشد لیک آبے بیش نیست

جو انسان عشق حقیقی کے وسیلے سے ذات پاک کا طالب ہوتا ہے

وہ اس میں واصل ہو جاتا ہے۔

ذاتِ پاک (جان جہاں) بوجہ غیر مادی اور لطیف ہونیکے منقسم نہیں ہو سکتی۔ لیکن جہالت اور نادانی کی وجہ سے اجسام میں منقسم معلوم ہوتی ہے۔ "آکاش" کسی مادی اشیاء کے ذریعہ سے بوجہ لطافت منقسم نہیں ہوتی ہے پھر وہ ذاتِ پاک جسکو جان جہاں کہتے ہیں بوجہ لطیف تر ہونے کے کیونکر اسکا تجزیہ ہو سکتا ہے جان جہاں وہ روح مطلق ہے جسکے ٹکڑے نہ ہو سکتے ہیں۔ نہ ہو سکیں گے۔

دیدار۔ ذاتِ پاک صرف کوشش پر عالم کی طرف نظر کرنیسے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اُسکے لئے بطون پر نظر ہونی چاہئیے جو لوگ ذاتِ پاک کی تلاش عالم ظاہری کی طرف کرتے ہیں وہ باوجود کوشش کے ناکام رہتے ہیں۔

عالم میں دو قسم کی ہستی ہے ایک حادث۔ اور دوسرے قدیم کل اجسام مادی ہونیکی وجہ سے حادث ہیں۔ اور جان جہاں غیر مادی ہونے کی وجہ سے قدیم ہے۔

صفات ملکوتی یہ ہیں۔ (۱) پاک باطنی۔ علم اور عمل میں استقامت فیاضی۔ ضبط حواس۔ بے باکی۔ تحصیل علم۔ راست بازی خیر طلبی۔ تحمل نیکی۔ اطمینان۔ عیب پوشی۔ رحم دلی۔ قناعت حلم۔ حیا

سنجیدگی۔ عفو۔ استقلال۔ پاک بازی۔ صلح جوئی اور انکسار جن انسانوں
میں یہ صفاتِ ملکوتی پائے جاتے ہیں وہ درحقیقت فرشتہ صفت
انسان ہیں اور وہی انسان کامل کہلانے کے مستحق ہیں۔

صفات حیوانی یہ ہیں۔ خودنمائی۔ غرور۔ غصہ۔ سنگدلی۔ فریب
جہالت۔ بغض۔ عداوت۔ کینہ۔ عیب جوئی۔ نکتہ چینی۔ غیبت
چغل خوری۔ تحقیر۔ تذلیل۔ چوری۔ دروغ گوئی۔ مردم آزاری سخن بازی
حرص وہوا۔ ہجو۔ بدباطنی۔ کج خلقی۔ جن انسانوں میں یہ صفات
حیوانی پائے جاتے ہیں وہ درحقیقت انسان موصوف بہ صفات
حیوان ہیں۔ اور وہی انسان ناقص کہلانے کے مستحق ہیں صفات
ملکوتی۔ مخلصی و نجات ابدی کا ذریعہ ہے اور صفاتِ حیوانی گمراہی
اور بربادی کا باعث ہے۔ **شعر**

زشت وال خوی مردم آزاری
گر چنین است دائما خواری

شعر

مباش درپۓ آزار ہرچہ خواہی کن
کہ درطریقتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

جو افعال خواہش سے کئے جاتے ہیں۔ انکے چھوڑنے کو علما

ترک کہتے ہیں۔ اور افعال کے نتیجہ کا خیال چھوڑنے کو عرفاء ترک
کہتے ہیں افعال حسنہ کو فرض سمجھکر کرنا اور ان کے نتیجہ کا خیال نہ رکھنا
یہ حقیقی ترک ہے۔

انسان جملہ افعال ترک نہیں کرسکتا پس جو شخص نتیجہ افعال سے
بے تعلق رہتا ہے وہی حقیقی تارک ہے۔

جو انسان اپنے افعال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے۔ اور
حق جان جہاں کو حاکم۔ آمر۔ اور فاعل حقیقی جانتا ہے۔ اور اپنے آپکو
یہاں محکوم۔ مامور اور مجبور مانتا ہے وہ وہاں مغفور ہے۔

جس علم کے ذریعہ سے جملہ مخلوقات و اجسام کی کثرت میں ذات پاک
(جان جہاں روح مطلق) واحد اور غیر منقسم نظر آتی ہے۔ اوس
علم کو علم معرفت آلٰہی خیال کرنا چاہیئے۔

جو فاعل خودی اور تعلق سے بری ہے اور استقلال و ہمت رکھتا ہے
کامیابی اور ناکامی میں مطمئن رہتا ہے۔ وہ انسان کامل ہے۔

جو فاعل غرض مند اپنے افعال کا نتیجہ چاہنے والا۔ حریص بے رحم
اور خوشی و رنج کو ماننے والا ہے وہ انسان ناقص ہے۔

جس ذات پاک سے کل مخلوقات نے وجود (ہستی) پایا ہے اور جو
اس تمام عالم میں ساری و طاری اور بصفات گوناگون جلوہ گر ہے

اوسکی شناخت علم معرفت ہے اور اُس کا پہچاننے والا عارف کہلاتا ہے۔

جو انسان اپنے تمام افعال کو دل وجان سے ذاتِ پاک کے حوالہ کرتا ہے اور ذاتِ پاک کے تصوّر میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے اُس کو فنا کی منزل تک رسائی ہوتی ہے اور اوسکے بعد وہ ذاتِ پاک میں واصل ہو جاتا ہے۔

جو انسان ذاتِ پاک میں دل لگا کر اپنے اعمال و افعال تفویض ذاتِ پاک کر دیتا ہے وہ ذاتِ پاک میں واصل ہو جاتا ہے۔ **اشعار**

رشتۂ دولت اے برادر بکف آر
ایں عمر گرامی تو بہ خواری مگذار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
میدار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

عارف اشعار مندرجۂ ذیل پر کامل ایمان رکھتا ہے۔

توحیدِ وجودی

انا مطلق

میں ہر شے میں ہوں طاری اور ساری — مجھی سے ہیں یہ سب نوری و ناری
میں ہی ادنیٰ ہوں اور اعلےٰ ہوں میں ہی — میں ہی ہوں پست اور بالا ہوں میں ہی

جیسے کہتے ہیں برگِ تر وہ میں ہوں | نظر پڑتی ہے جس شے پر وہ میں ہوں
میں ہی شاہد ہوں اور مشہود بھی ہوں | میں ہی غائب ہوں اور موجود بھی ہوں
تماشہ بھی ہوں اور اہلِ تماشہ | میں ہی ہوں جلوہ گر اور خود ہی جلوہ
میں ہی آیا تھا بنکر روحِ عیسےٰ | کبھی میں روپ میں احمدؐ کے آیا
میں ہی چمکا باندازِ مشاہیر | ہوئی میری ہی آن دنیا میں تکفیر
جو کچھ ظاہر و مبہم ہے وہ میں ہوں | جو کچھ مقصودِ عالم ہے وہ میں ہوں
چمکتا ہوں میں ہی بجلی کے اندر | گرجتا ہوں کڑک میں رعد بنکر
تھپکتا ہوں میں ہی گلہائے تر کو | ہوا میں سنسناتا ہوں سحر کو
میں ہی ہوں خار اور گلشن بھی میں ہوں | میں ہی ہوں دوست اور دشمن بھی میں ہوں
میرے اجسام ہیں اجسام سارے | میرے ہی نام ہیں یہ نام سارے
حقیقت میں ہی تو ہر نام کی ہوں | میں ہی تو روح سب اجسام کی ہوں
میں ہی نیوٹن تھا میں ہی رامچندر | میں ہی تھا غزنوی میں ہی سکندر
میرا ہی نام تھا شنکر و ملٹن | میں ہی رستم تھا اور میں ہی لچھمن
دیارِ جاں میں برساتا ہوں بن میں | دماغِ کینٹ میں تھا کارکن میں
وہ میں ہی تھا انا الحق کہہ کے منصور | کیا توحید کی نعمت سے معمور
سمندر بھی ہوں میں تالاب بھی ہوں | نگیں بھی ماہیِ بے آب بھی ہوں
رخِ یوسف میں تھی تصویر میری | یدِ بیضا میں تھی تنویر میری

میں ہوں ہر شے میں اور ہر شے ہی مجھ میں — چھپا ہوں مے میں اور مے ہی مجھ میں
میں ہوں سینے میں عاشق کے فروزاں — میں ہوں معشوق کے رخ سے نمایاں
مرے ہی نور سے ہیں سب نظارے — مجھی سے تو چمکتے ہیں ستارے
شراب ناب و پیمانہ میں ہی ہوں — جوان و پیر فرزانہ میں ہی ہوں
میں ہی ہوں صنف نازک میں سمایا — میں ہی ہوں طفل میں ہی اسکی دایا
میں ہی گلزار میں رنگِ چمن ہوں — میں ہی آتش کے اندر شعلہ زن ہوں
میں ہی عشوہ ہوں اور غمزہ بھی میں ہوں — دولہن بھی میں ہوں اور دولہا بھی میں ہوں
وہ بچہ جو مچلتا ہے وہ میں ہوں — عصا جو ٹیک کر چلتا ہے میں ہوں
میں ہی شیر نیستاں میں ہی روباہ — میں ہی ہوں راہبر اور میں ہی گمراہ
ہوائے شب ہوں اور بادِ سحرگاہ — میں ہی بندہ ہوں اور میں ہی ہوں اللہ
کبھی ہوں عاشقوں کی میں نگاہیں — کبھی مظلوم کے سینے کی آہیں
کبھی روتا ہوں میں دوشیزہ بنکر — کبھی ہنستا ہوں میں پھولوں کے اندر
عیاں بھی میں ہی ہوں اور مستور بھی ہوں — شراب ناب بھی انگور بھی ہوں
میں ہی ہوں کیف بادہ رنگ بادہ — میں ہی ہوں مے پرستی کا ارادہ
میں ہی خود مہمان و میزبان ہوں — میں ہی منزل ہوں میں ہی کارواں ہوں
سراسر خار ہوں اور گل بھی میں ہی — دل قمری ہوں اور بلبل بھی میں ہی
میں ہی ہوں خندہ ہائے گل کے اندر — میں ہی ہوں نغمہ بلبل کے اندر

میں ہی شاہد ہوں اور میں ہی ہوں مشہود — میں ہی ہوں مرد و زن کے گرد موجود
میں ہی دنیا میں عزت دار بھی ہوں — میں ہی سب سے ذلیل و خوار بھی ہوں
میں ہی سب میں ہوں اور ہوں سب کے باہر — میں ہی ہوں سب میں پنہاں سب کے اندر
میں ہی ہر شے میں ہوں اور خود ہی ہر شے — مجھی سے تو بہار زندگی ہے
میں ہوں سلطان عالم اور گدا بھی — بھلا بھی میں ہوں اور سب سے برا بھی
میرے ہی ہاتھ ہیں دنیا کے سب ہاتھ — میری ہی بات ہے دنیا کی ہر بات
دہن جتنے ہیں سب میرے دہن ہیں — سخن جتنے ہیں سب میرے سخن ہیں
میری بینی ہر ایک بینی ہے گویا — شکم میری ہی شکم ہے گویا
قدم میرے جو ہیں سب کے قدم ہیں — میرے جلوے ہر ایک میں بیش و کم ہیں
حقیقی فاعل و فرمانروا ہیں — حد دل میں رہ کے بھی لا انتہا ہوں
میں ہی تو ہوں پناہ اہل عالم — مجھی سے جملہ بنیادیں ہیں محکم
نہ دوں جنبش تو کر سکتے نہیں کام — میرے ہاتھوں میں ہیں آلات اجسام
میرا جلوہ ہر ایک میں لاجرم ہے — زیادہ ہے کہیں بیحد اور کم ہے
نہ دھوکا غیر کا کھائیں حق آگاہ — جدھر دیکھو ادھر اللہ ہی اللہ

میں ظلمت بھی ہوں اور نور بھی ہوں
میں قادر بھی ہوں اور مجبور بھی ہوں

خود پیمبر شد و پیام آورد — گشت خود منکر و نمود انکار

عارف اشعار مندرجہ ذیل پر کامل عقیدہ رکھتا ہے۔

کے رفتۂ ز دل کہ تمنا کنم ترا
کے بودۂ نہفتہ کہ پیدا کنم ترا
غیبت نہ کردۂ کہ شوم طالب حضور
پنہاں نہ گشتۂ کہ ہویدا کنم ترا
با صد ہزار جلوہ بروں آمدی کہ من
با صد ہزار دیدہ تماشا کنم ترا

مسئلہ تناسخ

آواگون یعنے تناسخ کے مسئلے کو ناسمجھوں اور عوام کو بد افعالی سے بچانیکے لئے بیم ورجا کے پیرائہ میں گڑھ لیا گیا ہے آج کل ہنود میں آواگون کے معنے عام طور پر یہ لئے جاتے ہیں کہ جان مفارقت کے بعد ایک قالب چھوڑ کر دوسرے قالب میں داخل ہوتی ہے۔ اپنے نیک افعال کی جزا پا کر افعال بد کا نتیجہ بھگتنے کے لئے اسی دنیا میں جنم لیتی ہے اور جسم سابق کے افعال بد کا نتیجہ لازمی بھگتتی ہے۔ مگر اس خیال کے

ثبوت میں کوئی کافی و معقول دلیل نہیں دیجاتی ہے۔ اور جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ غور و فکر کرنے پر پایۂ ثبوت سے گرجاتے ہیں جبکہ روح مطلق ایک ہی جسم میں مقید و محدود نہیں ہے اور وہ ازلی و ابدی ہے اور پیدائش و فنا سے مبّرا ہے تو پھر عوام کے خیالات جو اوسکے پیدا ہونے اور ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونے کی نسبت ہیں وہ واقعات پر مبنی نہیں ہیں۔ اور علم معرفت الٰہی سے اُنکی ناواقفیت ظاہر کرتے ہیں فی الحقیقت ایک ذاتِ پاک کل اجسام کی محرک ہے اور وہی فاعل جنبش ہے۔ **شعر**

فاعل جنبش است و تسکین است
وحدہٗ لاشریک لہٗ این است

اور ذاتِ پاک ہی کے تحریک سے کل افعال بحالت جبر ہر ایک بشر سے ظہور پاتے ہیں۔ جبکہ ذات پاک جو بے نام و نشان ہے ہر ایک جسم کے ذرّہ ذرّہ میں بصفات گوناگون جلوہ گر ہے تو پھر عام لوگ مسئلہ تناسخ کو جو صحیح سمجھے ہوئے ہیں وہ درحقیقت غلط ہے۔ اس خیال کے پیدا ہونے کا سبب جہل و نادانی ہے۔ علم معرفت الٰہی کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے کہ ذاتِ پاک ہی کل اجسام اور قلوب کی حاکم۔ فرماں روا۔ سہارا۔ پشت پناہ۔ محرک و محافظ ہے۔

عارف کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام مخلوق ذاتِ پاک کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ اور تمام مخلوق وہی کرتی ہے جو ذاتِ پاک سے حکم ہوتا ہے۔

زمین پر ہر چلنے والے کی چوٹی ذاتِ پاک کے بدِ قدرت ہیں ہے جسطرح وہ چاہتی ہے چلاتی ہے۔ ہر ایک بشر ذاتِ پاک ہی کے توفیق سے کام کرتا ہے۔ کوئی بشر کچھ ارادہ نہیں کرسکتا۔ مگر وہی جو ذاتِ پاک ارادہ کرتی ہے۔ ذاتِ پاک ہی جسکو چاہتی ہے۔ عزت دیتی ہے۔ اور جسکو چاہتی ہے ذلت دیتی ہے۔ کسی بشر کو نہ برائی کی طاقت نہ بھلائی کی قوت حاصل ہے مگر یہ توفیق ذاتِ پاک دنیا میں سب کچھ ذاتِ پاک ہی کے طرف سے ظہور میں آتا ہے۔ یعنی "ہمہ از اوست" کوئی ذرہ حرکت نہیں کرسکتا بغیر حکم ذاتِ پاک کے ہوتا ہے وہی جو ذاتِ پاک چاہتی ہے جسکو ذاتِ پاک ہدایت کرتی ہے اُسکو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے۔ اور جسکو ذاتِ پاک گمراہ کرتی ہے۔ اُس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ ذاتِ پاک حاکم۔ آمر اور فاعل حقیقی ہے۔ اور بشر محکوم۔ مامور۔ اور مجبور ہے۔ جب یہ حالت توحید کی ہے تو پھر کوئی بشر اپنی پچھلے جنم کے برے کارن کی سزا بھگتنے کیلئے

"آواگون" کے چکر میں کیونکر مبتلا ہو سکتا ہے؟

شعر

ہم پہ روشن ہے تناسخ کی حقیقت لیکن
عام کو راہ پر لانے کا خیال اچھا ہے

عارف ۔ اشعار مندرجۂ ذیل پر کامل ایمان رکھتا ہے۔

آپ ہی مُلا آپ ہی مسجد آپ ہی بانگ پکارا
آپ ہی پنڈت آپ ہی پترا آپ ہی وید بچارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی بالم آپ ہی تریا آپ ہی بھوگن ہارا
آپ ہی دیول آپ ہی دیوی آپ ہی پوجن ہارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی کنجی آپ ہی تالا آپ ہی کھولن ہارا
اپنے مکھ پر آپ ہی شیدا آپ ہی اپنا پیارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپہی بوے بیج آپ ہی آپ پھرے رکھوارا
دانہ چگنی آپ ہی آوے آپ دیت ھنکارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی مالک آپ خزانہ آپ ہی بانٹن ہارا
آپ ہی گھر گھر بھکشا مانگے ہاتھ لیئے کرتارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا
اپنی گودی آپ کھیلے بنکر موہن پیارا
ہنست آپ ہی آپ ہی رووت آپ ہی دیت چمکارا
ہر رنگ ہیں مورا اللہ پیارا
آپ ہی بھٹی آپ ہی مدھ گر آپ ہی ہوت کلارا
آپ ہی پیوے آپ پلاوے آپ بنے متوارا
ہر رنگ ہیں مورا اللہ پیارا
آپ ہی لہر بھنور منجدھارا آپ ہی سمندر اپارا
آپ ہی تیرت آپ ہی ڈوبت آپ ہی بیٹھ کنارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا
آپ ہی راجہ آپ ہی پرجا آپ ہی راجکمارا
مسند بیچ آپ ہی بیٹھا سب میں سب سے نیارا
ہر رنگ ہیں مورا اللہ پیارا
آپ ہی دنیا آپ ہی خلقت آپ ہی سرجن ہارا
آپ ہی روگ سوگ بھی آپ ہی آپ ہی اوشد سارا

ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی گوٹ آپ ہی چوسر آپ ہی جیت اور ہارا
آپ ہی ہے دھرتا کرتا آپ ہی کارن کار بچارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی بھگتا آپ ہی شروتا آپ ہی بچن بھنڈارا
آپ ہی باد بواد بچاوے آپ کرے سر جھارا
ہر رنگت میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی گرو آپ ہی چیلہ مسجد ٹھاکر دوارا
اپنی مورت آپ ہی پوجے ساج تلکت لیلارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی پریتم آپ پریمی آپ ہی پریت پیارا
آپ ہی گاوے آپ ہی بجاوے آپ ہی مین ستارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی ریوڑ آپ گڈریا آپ گھانس اور چارا
آپ ہی سنگ ٹ آپ ہی ساوج اپنا کرے اہارا
ہر رنگ میں مورا اللہ پیارا

آپ ہی کایر آپ ہی جودھا آپ رن بگ وچارا

بھیس بنا کر بھیا بھکاری بھیک کو ہاتھ پسارا
ہر رنگ میں ہو را اللہ پیارا
قادر کہت ہے سنو بھئی سادھو سانچا بچن ہمارا
اللہ ہی اللہ ہر جا ہیں دیکھو نین اگھارا
ہر رنگ میں ہو را اللہ پیارا

الراقم
محمد عبد القادر المخاطب آقا نواز جنگ درّ

تمام بالخیر